

ظِل و نور

از جناب ذوقی شاہ صاحب

انسان جب اپنے اصلی رنگ میں ہوتا ہے تو اپنی ہی بونی بوتا ہے، ہر فن میں کلام کرنے والا جب اپنے فن میں کلام کرتا ہے تو اسی زبان میں مقید رہتا ہے جو اس فن کے لئے مختص ہے۔ ایک معمولی شخص معمولی طور پر یہی کہیگا کہ ”زید کو اس وقت تیز بخار ہے“ مگر ایک ذاکر جب اپنی زبان میں بات کو گچا تو یوں کہیگا کہ ”زید کا نیمپیر پھر اس وقت ایک سو پانچ ہے“ الفاظ بظاہر مختلف مگر بیاطن ہم معنی ہیں۔ اگر فرق ہے تو بس اسی قدر کہ پہلے فقرہ میں اجمال ہے اور دوسرے میں کیقدر تفصیل۔

ایک دوست کے اصرار پر میں بھی اس وقت ”ظِل و نور“ کے متعلق صوفیانہ رنگ میں مختصر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں رقصوت کے مضامین کا حق تصوف ہی کی زبان کچھ ادا کر سکتی ہے ممکن ہے کہ بعض ناظرین میرے اس مضمون کو چستان سے زیادہ وقت نہ دیں لیکن غور و خوض کرنے والی طبیعتیں یقیناً اس سے محفوظ ہوں گی اور پانے والی بات کو پالیں گی۔

ظہور کائنات سے قبل ایک زمانہ تھا جس پر نہ زمانہ کا اطلاق ہوتا تھا نہ وقت کا۔ اس وقت نہ زمانہ تھا نہ مکان نہ ازل نہ ابد نہ تحت نہ فوق نہ ارکان تھے نہ عناصر۔ صرف ذات مطلق تھی اور کچھ نہ تھا۔ **كَانَ اللَّهُ وَ لَعَلَّيْكَ مَعَهُ شَيْئًا**۔

تخلیق کائنات کی جب پوچھٹی، ظہور کائنات کا جب آفتاب طلوع ہوا، تو جلد اشیاء عدم سے وجود میں آئیں۔ اشیاء کو ظلمتِ عدمی سے نور وجود کی جانب لانے ہی کا نام تخلیق ہے۔ صوفیاء کرام کی

اصطلاح میں جذبہ ظہورات و تعینات کو، وجود اضافی کو جو اعیان ممکنات تعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے معدومات ظاہرہ کو جو انوار الہی کی چمک سے ظہور پکڑتے ہیں، ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور نور وہ روشنی وہ چمک وہ قوت وہ قدرت ہے جس سے یہ معدومات وجود میں آکر ظاہر ہوتے ہیں۔ نور ایک اسم ہے اسماء الہی میں سے جو تقریباً مترادف ہے۔ اسم الظاہر کے احکام ممکنات جو دراصل معدومات سے ہیں۔ اسمِ نور سے ظاہر ہوئے۔ اس ظہور کو وجود اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں۔ یہ اضافی یا خارجی وجود معدومات میں ظلمتِ عدمی ہے وہ نور جو صور معدومات میں ظاہر ہوا ظل ہے۔ کیونکہ مہیوم ہے اور مقول ہے اور فی نفسہا معدومات کی عدیت ہے۔ تو گویا جن معدومات کا ظہور ہوا۔ وہ بھی ظل ہیں۔ اور جن نور کے سبب ان کا ظہور ہوا وہ نور بھی ظل ہے۔

عالم کو حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو اس شخص سے ہے جس کا کہ وہ سایہ ہے عالم حق کہ غیر حق کا اطلاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ظل ہے۔ یہ ظل الہی جسے کہ عالم کہتے ہیں اعیان ممکنات میں ظاہر اور مستہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان میں فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الْبَصَلَ۔ کیا تو نے رب کی طرف نظر نہیں کیا کہ اس نے وجود اضافی کو ممکنات پر کس طرح پھیلا یا؟ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَا۟تِرًا۔ اور اگر وہ چاہے تو لگا کن کر دے یعنی وجود اضافی کو اپنی ذات میں بالفعل سے بالقومہ کر دے۔ گویا حق تعالیٰ کی ہستی ایسی نہیں کہ جب وہ ممکنات میں تجلی فرماوے تب ظاہر ہوا اور تجلی نہ فرمانے کی صورت میں مثل ممکنات کے ہو جاوے جن کا کوئی عین ہی وجود میں ظاہر نہیں۔ شَرَّحْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا۔ پھر ہم نے اس سایہ پر آفتاب کو دلیل درہنما بنایا۔ آفتاب سے ظل نمائی ظہور میں نہ آتی تو آفتاب کی روشنی کو کوئی نہ پہچانتا اگر آفتاب ایک ہی حالت پر قائم رہتا اور صبح شام نہ ہوتی اور سایہ کی طوالت میں کمی بیشی نہ واقع ہوتی رہتی تو نہ کسی کو نور کا شعور ہوتا نہ کوئی اس نور کو آفتاب سے نسبت دیتا۔ گویا آفتاب کے نور سے سایہ پہچانا جاتا ہے۔ اور سایہ سے آفتاب کا نور وہ آفتاب اسم نور ہے جس سے وجود ظلمی

کی شناخت ہوتی ہے۔ شَرَّ قَبْضَتُهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا۔ پھر ہم اس کو اپنی طرف مَعُوْرًا تَعُوْرًا اور آہستہ آہستہ کر کے لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اسی کا ظل ہے اور اسی کی طرف جملہ امور پلٹتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے پس جملہ تعینات باعتبار ہوتِ حق کے حق تعالیٰ ہی کا وجود ہے اور باعتبار صورتوں کے اختلاف کے وہ سب تعینات اعیان ممکنات ہیں۔ جس طرح صورتوں کے اختلاف سے ظل کا نام اس سے دور نہیں ہو سکتا اسی طرح اس اختلاف کی بنا پر عالم اور غیر حق کے نام بھی اس سے دور نہیں ہو سکتے۔ جب عالم ایک ظل یا مجموعہ ظلال ہے تو عالم کا وجود اصلی نہیں بلکہ ظلی و بھی خدائی اور اعتباری ہے حقیقت سے ناواقف خیال کرتا ہے کہ عالم حق تعالیٰ سے خارج ایک شے زاید ہے، نیز یہ کہ عالم قائم بنفسہ ہے حالانکہ دراصل ایسا نہیں۔ سایہ کو اصل سے جو اتصال ہے اس کا ٹوٹنا محال ہے۔ کوئی چیز سایہ کو اصل سے جدا نہیں کر سکتی۔ ہر شخص اپنے عین کو پہچاننے کی کوشش کرے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ کون ہے؟۔ اس کی ہوت کیا ہے؟ کس اعتبار سے اس پر کون سا اسم صادق آتا ہے؟ حقیق اس کی کونسی ہے اور جہت خلق کونسی؟ اس معرفت کی کمی و بیشی پر عارفوں کی بصیرت کی کمی و بیشی کا تفاوت ہے اس کی ویشی کی مثال یہ ہے کہ ایک آئینہ خانہ تصور کر جو زمین بشمار چھوٹے اور بڑے سید ہے اور ٹیڑھے ہٹا اور دھندلے، سپید اور رنگ برنگ کے آئینے لٹکے ہوئے ہیں۔ جن پر ایک ہی رنگ کی روشنی پھینکی جا رہی ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہ میں آئینہ کی رنگت اور صورت کے مطابق وہ روشنی بھی رنگ و صورت اختیار کر لیتی ہے۔ حالانکہ اس روشنی کا اصلی رنگ و صورت وہ نہیں۔ چھوٹے آئینے میں چھوٹی اور بڑے آئینہ میں بڑی صورت نظر آتی ہے۔ سید ہے میں سید ہی اور ٹیڑھے میں ٹیڑھی۔ صاف آئینہ میں صاف اور دھندلے میں دھندلی نظر آتی ہے۔ اسی طرح جو بندہ بوجہ اپنی صفائی کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ متحقق ہو جاتا ہے اس میں حق تعالیٰ کے مظاہر زیادتی کے ساتھ ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ حق تعالیٰ ان کے لئے سب و بصیر و کلام اور کل قوی و جوارح بن جائے

لیکن باوجود اس قرب و اتصال کے بندہ نفل ہی رہتا ہے۔ یہ بندہ بوجہ اپنی صفائی کے ایک ایسا شیشہ ہوتا ہے کہ اسے نفل نوری کہتے ہیں یہ شخص بوجہ نفل ہونے کے محض خیال ہوتا ہے اور اس بندہ کے جملہ مدرکات اور یہ تمام موجودات جس پر غیر حق کا اطلاق ہوتا ہے۔ خیال در خیال ہے۔ وجود حق باعتبار اپنی ذاتِ عینیت کے اللہ ہی ہے نہ کہ باعتبار اسماء کے جن میں کثرت ہے۔ ہستی میں احدیت ہے اور خیال میں کثرت جو کثرت میں قائم رہا وہ عالم میں اسماء الہیہ اور اسماء کونیہ کا قرین رہا اور جو احدیت پر قائم رہا اسے اس ذاتِ اقدس کی معیت حاصل ہوئی جو غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہے یہ استغناء اسماء سے بھی ہے اور مسمیات سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی وہ احدیت جو باعتبار اسماء الہیہ کے ہے احدیت اکثر کہلاتی ہے۔ اور وہ احدیت جو ان اسماء سے مستغنی ہونے کی حبت سے ہے۔ احدیت یعنی کہلاتی ہے۔ ان دونوں حبتوں پر اسم احد کا اطلاق ہوتا ہے۔

ظلال ہی کی بدولت اور ظلال کے دلہنے بائیں کرد میں لینے کے سبب سے بندہ کی رہنمائی۔ ہوتی ہے اور بندہ پہچاننے لگتا ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے اور حق تعالیٰ کو اس سے کیا نسبت ہے؟ ماسوا کیوں فقر و ناداری و نیستی سے متصف ہے اور حقیقت الہیہ کی جانب اسے کیوں خواہش کلی ہے؟ اور حق تعالیٰ کے لوگوں اور عالموں سے مستغنی ہونے کی کیا حقیقت ہے؟

عالم احد کا محتاج ہے بسبب اسماء الہیہ کے اور اسماء الہی وہ اسماء ہیں جن کے تحت میں علم کے لوگ اور عالم کی چیزیں باہم ایک دوسرے کی محتاج ہیں یا عین ذات حق تعالیٰ کی محتاج ہیں کیونکہ ہمارے اسماء یا ہماری ذات بھی اللہ ہی کے اسماء ہیں۔ اور ہمارے اعیان نفس الامر میں اسی کے نفل ہیں۔ اور اس کے غیر نہیں۔ باعتبار حقیقت کے وہ ہماری ہوت ہے لیکن باعتبار تقید کے وہ ہماری ہوت نہیں۔ لہذا وہ جن وجہ بندہ کی ہوت ہے اور من وجہ بندہ کی ہوت نہیں۔

اب ذرا آیت نور کی بھی سیر فرمائیے جس کو اس مضمون سے قوی تعلق ہے:-

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نَوْرِهِ
 لَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ طَالِمِصْبَاحُ فِي
 زُجْجَةٍ طَالِزُجْجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ
 دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ
 لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا
 يُضْفَىءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوِّرْ عَلَى
 نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ط
 يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ بِنَاسٍ ط وَاللَّهُ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (النور ۶)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے
 نور کی مثال مانند طاق کے ہے جس کے بیچ میں
 چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے شیشہ
 کی وہ قندیل گویا کہ تارہ ہے چمکتا ہو اور روشن کیا
 جاتا ہے۔ وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت کے
 جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ نزدیک ہے کہ تیل اس کا رو
 ش ہو جاوے۔ اگرچہ نہ گئے اس کو آگ نور پر نور ہے
 اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتا
 ہے۔ اور بیان فرماتا ہے مثالیں واسطے لوگوں کے

اور افسوس چیز کا جاننے والا ہے :-

سَمَوَاتِ سے یہاں ارواح مراد ہیں اور اَرْض سے اجساد مشکوٰۃ جسم انسانی ہے۔ مصباح
 روح ہے۔ جو مثل چراغ کے روشن اور روشن کنندہ ہے۔ زجاجہ قلب عبد ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود سے آسمانوں اور زمین کا اشراق فرمایا ابد اس کے کہ جو حجابات
 اس کے اور ان کے درمیان تھے انھیں وہ اٹھا چکا تھا۔ حجابات کے اٹھا دینے سے یہ مراد ہے کہ آسما
 ن میں اور زمین میں اور جو کچھ ان میں ہے ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نور قبول کر لینے کی صلاحیت پیدا فرما
 دی جس طرح کہ آئینہ میں صقل کر دینے سے صورتوں کے قبول کرنے کی آئینہ میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے
 اللہ تعالیٰ کے نور کے اس عالم میں ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ روح انسانی بدن انسانی
 میں مصبل یعنی روح ہے۔ یہ روح قلب یعنی زجاجہ میں ہے شجرہ مبارکہ سے نفیس انسانی مراد ہے
 انواع و اقسام کے فیوض قبول کرنے کی قابلیت۔ لاشرقیت سے اشارہ ہے عالم مجردات کی جانب

نیز یہ اشارہ بھی ہے کہ اس میں کمالات بالفعل ہیں۔ اور لاغریہ سے مراد ہے کہ وہ اجسام کثیفہ، ظلمانیہ میں سے نہیں۔ یکادزیہا سے یہ مراد ہے کہ اس میں خود ہی چمک اٹھنے کی استعداد موجود ہے ولولم تمسہ نار یعنی حرارت غریزہ کا روح انسانی کے ساتھ کوئی مدبرانہ تعلق نہ ہو۔ نور علی نور سے وہ نور مراد ہے۔ جو اس نور انسانی کے مافوق ہے اور وہ نور الہی ہے۔ یحیی اللہ لنورہ من یشاء اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے اس نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ویضرب اللہ الامثال للناس۔ یہ صرف مثالیں ہیں جو لوگوں کے لئے اس غرض سے بیان کی گئی ہیں کہ حقیقت حال تک پہنچنے میں لوگوں کو ذرا مدد ملے ورنہ حقیقت تو ان سے ماوریٰ ہے۔ واللہ بکل شیء علیم۔ اور ہر قسم اور چیز کے پورے پورے علوم یعنی جمیع علوم ظاہری و باطنی کا خزانہ حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہ اس میں سے جتنا جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جن حضرات کی مدت خریداری ماہ جہادی الاخریٰ میں ختم ہو رہی ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے مجلس تحریک قرآن کی امداد کے لئے اس رسالہ کا چندہ گذشتہ سال دس روپے ادا کیا تھا۔ اگر وہ چاہیں تو اپنی امداد کو آئندہ سال کے لئے بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان کے چندہ میں سے پانچ روپے رسالہ کی قیمت میں وضع کر کے باقی پانچ مجلس تحریک قرآن کو بھیج دئے جائینگے جس کی باقاعدہ رسید مجلس کے دفتر سے ان کو پہنچ جائیگی

منہج